از

علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی

مکتبہ ضیائیہ
بوہڑ بازار راولپنڈی

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ماہِ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے جس کی آغوش میں نورِ مبین کے جلوے قیامت تک چمکتے رہیں گے، بموجب فرمانِ خداوندی وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللهِ۔ آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرنی ہے جو سید ایام اللہ یعنی یومِ ولادت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یہ وہ مبارک دن ہے جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت، ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشریح:۔ عالمِ اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذاتِ پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقتِ محمدی ہے، اور اس دارِ دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا ہونا ولادتِ محمدی ہے۔ اور چالیس سال کی عمر شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحیِ نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثتِ محمدی ہے۔ اب اس اجمالی گفتگو کے بعد تفصیل کی طرف آئیے اور سب سے پہلے خلقتِ محمدی کا بیان قرآن اور حدیث کی روشنی میں سنیئے۔

خلقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ اجسام سے قبل عالمِ امر میں ذواتِ انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطریقِ اولیٰ عالمِ ارواح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْآ اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے پاس رسول معظم جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے، فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔"

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا۔

ترجمہ:۔ اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ بولے کیوں نہیں (بیشک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔"

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا، اس واقعہ کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ ذاتِ پاکِ مصطفوی علیہ التحیۃ والثنا مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔ نیز فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا

ترجمہ:۔ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے جو بیٹا ہے مریم کا، اور لیا ہم نے ان سے پکا اقرار۔"

اس آیت کریمہ میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر عہد لیا وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ

عہد اقرار لیا یہ واقعہ بھی عالم ارواح کا ہے ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اس وقت نہ ہوگئی ہوتی تو اس عہد اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ امر کہ خلقت محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح ارشادات پائے جاتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تو صراحتاً وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات۔

ترجمہ یہ سب رسول ہیں فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے۔"

جن کے درجے بلند کئے وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور کے درجوں کی بلندی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ درجات خلقت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بلند ہے اور آپ سب سے پہلے مخلوق ہو کر سب کی اصل ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین

ترجمہ:۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کیلئے۔"

آیۃ کریمہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لیے رحمت ہیں۔

اس آیہ میں العلمین اسی طرح اپنے عموم پر ہے جیسے الحمد للہ رب العلمین ۃ میں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں العلمین قرائن خارجیہ کی وجہ سے مخصوص ہے، لیکن اس آیۂ کریمہ میں کوئی دلیل خصوص نہیں پائی جاتی۔ بعض قرائن خارجیہ اس کے عموم کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعلمین ہونا بجہت رسالت ہے یعنی حضور رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں لہٰذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے رسول ہوں گے اسی کے لیے رحمت قرار پائیں گے۔ اب یہ معلوم کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کے لیے رسول بن کر تشریف لائے؟ تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے اُرسلتُ

اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً ۔ میں ساری مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں "۔

جب وہ ساری مخلوق کے لیے رسول ہوئے تو رسول عالمین قرار پائے ۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ آپ رحمۃ للعٰلمین ہوں ۔ ثابت ہوا کہ جس طرح حضور کی رسالت تمام عالمین کے لیے عام ہے اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لیے عام اور ما سوی اللہ کو محیط ہے ۔

رہا یہ شبہ کہ کفار و مشرکین وغیرہ بدترین لوگوں کے لیے حضور رحمت نہیں، اس لیے کہ وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ظہور رحمت کے مراتب ہر ایک کے حق میں متفاوت ہیں ۔ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے ۔ لا فرق بین المؤمن والکافر من الانس والجن فی ذالک والرحمۃ متفاوتۃ (تفسیر روح المعانی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے رحمت ہیں اس بارے میں مومن و کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر رحمت ہر ایک کے حق میں مختلف اور متفاوت ہے کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لیے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے منہ پھیرا ورنہ حضور کی رحمت میں کوئی نقصان نہیں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ۔ وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے ۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن و رحیم ہونے میں کچھ فرق آئے گا ؟ یا کل شیٔ کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائے گا ۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نہیں اور ہرگز نہیں ، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے مگر بعض افراد اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ رحمت خداوندی سے فائدہ اٹھا ئیں ۔ معلوم ہوا کہ کسی کا رحمت سے فائدہ نہ اٹھانا رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے ۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں اور عالم ما سوی اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد عالم کے لیے رحمت ہیں اور حضور کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبۂ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... ... اصل ایجاد ہیں ۔ حضور کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہو سکتا ۔ وجود نعمت ہے ، اور عدم اس کی ضد ۔ کل موجودات

تہذیب التہذیب صفحہ ۳۱۱، جلد ۶۔

امام احمد بن صالح مصری کہتے ہیں "میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا، انہوں نے فرمایا نہیں"۔ امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیقہ ندیہ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ قد خلق کل شئ من نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما وردبہ الحدیث الصحیح"۔ اسی حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل النبوۃ میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملائکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شئ و غیرہ مما فی معناہ یعنی عقائد میں اہلسنت کے امام سیدنا ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ کسی نور کی مثل نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی"۔
اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں فرمایا" در حدیث صحیح وارد شد کہ اول ما خلق اللہ نوری" مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲ پھر حدیث جابر کا مضمون بیان فرمایا۔ کثیر التعداد جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا اس کی تصحیح فرمانا، اس پر اعتماد کرکے اس سے مسائل کا استنباط کرنا اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے خصوصاً سیدنا عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث ثانی نوع ستین من آفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق الحدیث الصحیح فرمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے جو اس حدیث کی صحت میں متردد رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نور کی اضافت بیانیہ ہے اور نور سے مراد ذات ہے زرقانی جلد اول صفحہ ۴۶ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو

اپنے نور یعنی اپنی ذاتِ مقدسہ سے پیدا فرمایا، اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ السلام کی ذات کا مادہ ہے، یا نعوذ باللہ۔ حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا

اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے، بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسنِ الوہیت کا ظہورِ اول تھی، بغیر اس کے کہ ذاتِ خداوندی نورِ محمدی کا مادہ یا حصہ اور جزو قرار پائے یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے جس کا سمجھنا ہمارے لیے ایسا ہی ہے جیسا قرآن و حدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔ البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور سے ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور آئینہ محمدی نورِ ذاتِ احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نورِ محمدی کو نورِ خدا ہی سے قرار دینا صحیح ہوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی، شیشہ سورج سے روشن ہوا، اور اس ایک شیشے سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ فیضانِ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور کو پہنچا اور حضور کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا

اس کے بعد اس شبہ کو بھی دور کرتے جائیے کہ جب ساری مخلوق حضور کے نور سے موجود ہوئی تو ناپاک، خبیث اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو گی جو حضور کی شدید توہین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفتابِ وجود ہیں اور کل مخلوقات حضور علیہ السلام کے آفتابِ وجود سے فیضانِ وجود حاصل کر رہی ہے جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارضی میں جمادات و نباتات اور کل معدنیات جملہ مرالید اور جواہر و اجسام کے حقائقِ لطیفہ اور خواص و اوصافِ مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہیں اور کسی کی اچھی بری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کے لیے قباحت یا نقصان کا موجب

ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا زہر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات ونباتات وغیرہ کے الوان طعوم وروائح کھٹا میٹھا مزا، اچھی بری بو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لیے عار کا موجب نہیں کیونکہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں کہا جا سکتا، البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف وخواص پائے جاتے ہیں جن کی بنا پر انہیں قبیح، ناپاک اور برا کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا، اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ السلام کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں تو انوار محمدی کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے معاذ اللہ کیونکر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور علیہ السلام کے نور میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں۔ اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ نجاستوں کا جو کھاد کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے اسی کے نجس اجزاء پودوں کی غذا بن کر غلہ، اناج، پھول اور پھل سبزیاں اور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں اور وہی اجزاء غلیظہ غلہ اور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے ہیں اور کسی قسم کا تردد دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاکی کے اثرات صور وتعینات پر آتے ہیں جو محض امور اعتباریہ ہیں حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اس لیے کل مخلوق کا نور محمدی سے موجود ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

تقسیم نور:۔ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نور محمدی تقسیم ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب نور محمدی کو پیدا فرمایا تو اس میں شعاع در شعاع بڑھتا گیا اور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا، دیکھئے زرقانی علی المواہب جلد اول ص۔ رہا یہ شبہ کہ نور محمدی سے روح محمدی مراد ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کا نور ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف

میں نور سے مراد من نورہ وارد ہے جس طرح نورہ میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور
سے اللہ تعالیٰ مراد ہے، اسی طرح نور نبیک میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات
پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے
اس مقام پہ یہ کہنا کہ صرف روح پاک نور ہے جسم اقدس نور نہیں بے خبری پہ مبنی ہے جسم اقدس کی
لطافت اور نورانیت پر انشاء اللہ ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔ سردست اتنا عرض کر دینا کافی
سمجھتے ہیں کہ حدیث جابر میں تمام اشیاء سے پہلے جس نور محمدی کی خلقت کا بیان ہے وہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کا نور ہے اور وہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے جسے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسمیہ کا جوہر لطیف کہا جا سکتا ہے اس لیے کہ وہ
نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا گیا ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔
وفی الخبر لما خلق اللہ تعالیٰ آدم جعل (اودع (ذالک النور، نور المصطفیٰ فی ظہرہ
فکان) شدۃ (یلمع فی جبینہ الخ زرقانی علی المواہب جلد اول صہ ۴۹۔ مواہب
اللدنیہ جلد اول صہ
ترجمہ:۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا اور نور پاک ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود پشت
آدم میں ہونے کے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پہ وہ غالب
ہو جاتا تھا۔ یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ پشت آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے
وہ لطیف اجزائے جسمیہ تھے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے
ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں، نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب
میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل
کہلاتی ہے اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آباء کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت
اور ابنیت کے رشتہ کا سنگ بنیاد اور سبب اصلی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی
پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے
اجزا نہیں نہ روح کا محل ہیں، کیونکہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے ایک سے زیادہ

ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہتہً باطل ہے۔ لہذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ السلام کی روح مبارک نہیں رکھی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں جو نور ذات محمدی کی شعاعیں تھیں۔

ارواح بنی آدم کا ان کے آباء کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ استقرار حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لیے بھیجتا ہے اور چار باتیں لکھ دیتا ہے۔ اس کا عمل، عمر، رزق اور دوزخی یا جنتی ہونا، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ مشکوٰۃ صنا معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ شکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ضروری ازالہ: شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا، معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پشت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ وہ ان کے اشخاص مثالیہ تھے جو مثالی صورتوں میں ان کی پشت مبارک سے بقدرت ایزدی ظاہر کئے گئے تھے، کیونکہ ہم ابھی حدیث صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نور محمدی اپنی عزت و کرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا اور پشت آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمانیہ کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے تھے جو اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

تطبیق: بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا، اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا، جیسا رازی کی تفسیر کبیر میں ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ وہ نور مبارک پشت آدم ہی میں تھا لیکن اپنے کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔

الحمد للہ ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کا بدن مبارک

بھی نور تھا۔

صاحب روح المعانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولذا کان نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول ما خلق اللہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر۔ تفسیر روح المعانی پ۲ صفحہ ۹۰۔

ترجمہ :۔ چونکہ حضور علیہ السلام وصول فیض میں واسطہ عظمیٰ ہیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے "سب سے پہلی وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا نور ہے اے جابر"۔

اس حدیث جابر مذکورہ کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب کے صفحہ ۵ پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(۲) حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام احمد بیہقی، و حاکم نے حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث بروایت شرح السنہ مذکور ہے۔ مواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۶۔

ایک شبہ کا ازالہ :۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی دنیا میں تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی، یہ معنی دنیا میں متحقق ہو سکتے ہیں عالم ارواح میں اس معنی کا ثابت ہونا ممکن نہیں لہذا اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور کا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا یا یہ کہنا پڑے گا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نبی ہیں۔ . . . اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا کیونکہ علم الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرما دیا بایں معنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے اگرچہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کر دے تو اس امارت کا ظہور

جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا۔ اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہوگیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہلے سے ثابت تھا لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہوگیا کہ ثبوت کمال کے لیے اسی وقت ظہور لازم نہیں۔ اسی لیے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہوکر پیدا ہوئے۔ لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی ہوا۔

(۳) حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وآدم بین الروح والجسد آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی۔ یہ روایت ترمذی شریف کی ہے اور علامہ ابوعیسٰی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔ مواہب اللدنیہ جلد ۱ صہ ۶۔

(۴) حدیث حضرت امام زین العابدین علی آبائہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا" انسان العیون جلد ۱ صہ ۲۹

ازالہ شبہ:۔ اس روایت میں خلق آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور کے نور پاک کا ذکر ہے، حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار کا ذکر ہے اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔ لہٰذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

(۵) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ عرض کیا حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے جبرائیل! میرے رب کی عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔ (انسان العیون جلد ۱ صفحہ ۲۹، روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۴۳)

آیات واحادیث کی روشنی میں اور بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقتِ مبارکہ کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے آگیا اور اس اثناء میں بعض فوائد بھی مذکور ہو چکے اس کے بعد ولادتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ملاحظہ فرمایئے۔

ولادتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم:- بیان سابق میں یہ بات آچکی ہے کہ حضور علیہ السلام کا نورِ پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا جو ان کی پیشانی سے چمکتا تھا نور مبین اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا جیسا کہ ابو نعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباء واجداد وسفاح سے پاک ہیں یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی یا بیحیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ سرکار ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا، اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرما لیا۔ الخ۔

ثانی مصبوقیہ ابونعیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت لاتے ہیں۔ اُم المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ میں تمام مشارق ومغارب میں پھرا، میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا، نہ خاندان بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ انسان العیون جلد ۱ صہ ۲۶۔

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابوبکر ابن ابی مریم سے اور وہ ابوسعید بن عمرو انصاری سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد ماجد سیدنا کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب حضرت عبد المطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہوگئے تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن وجمال کا لباس زیب تن ہے وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والدین انکا ہاتھ پکڑ کر کاہنوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ انہوں پہلے قیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ حضور کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ یعنی حضور کے والد ماجد جناب عبد اللہ اپنی والدہ کے شکم مبارک میں جلوہ گر ہوگئے جناب عبد المطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک انکی پیشانی میں چمکتا رہا جب مکہ میں قحط ہوتا تو لوگ عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے تقرب خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برستی۔ مواہب اللدنیہ جلد اوّل صہ ۱۵۔

ابونعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے بطریق عطاسیہ تا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضرت عبد المطلب اپنے فرزند جلیل جناب عبد اللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی جو یہودیہ ہوگئی تھی اور وہ کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی، اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے، اس نے حضرت عبد اللہ کے چہرے میں نورِ نبوت چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبد اللہ کو اپنی طرف بلانے لگی۔ مگر حضرت عبد اللہ نے انکار فرمایا۔ مواہب اللدنیہ جلد اوّل صہ ۱۹۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و امہات الیٰ آدم و حوا علیہما السلام کے زنا و فحاشی سے پاک ہونے پر اجماعِ امت ہے، البتہ ہر فرد کے مومن ہونے میں اختلاف ہے۔ روافض نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباء کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضرورت ایمان سے قرار دیا اور اہل سنت نے اس کو ظنی اور مجتہد فیہ مانا اسی وجہ سے اس مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہو گئے لیکن متاخرین جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین سے لے کر آدم و حوا علیہما السلام تک کل آباء و امہات مومن و موحد ہیں اور کسی کا کفر و شرک قطعاً ثابت نہیں ان محققین متاخرین کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ محاورات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے اور جن روایات میں انَّ ابی و ابا ک فی النار آیا ہے وہاں بھی لفظ اب سے ابولہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کے لیے حضور علیہ السلام کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کے لیے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ایام فترۃ میں تھے اس لیے ان کی نجات کے لیے اعتقاد توحید کافی تھا کسی شریعت و احکام الٰہی کا اس وقت وجود نہ تھا جس کی وجہ سے کوئی گناہ قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا، لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تاکہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان بھی اس لیے نہ تھا کہ معاذ اللہ وہ کفر پر مرے تھے۔ بلکہ صرف اس لیے ان کو زندہ کیا گیا کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے جو حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کی بابت۔

فقہ اکبر کی عبارت ماتا علی الکفر علی حذف المضاف ہے ای ماتا علی عہد الکفر یعنی موت حضور کی نبوت اور اسلام کے ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی جو کفر و جاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ بحالت کفر مرے ہوں۔

ملا علی قاری نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین معظمین کے کفر پر بہت زور دیا ہے، لیکن اخیر میں رجوع کر لیا، اور توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ حاشیہ نبراس حاشیہ ۵ صفحہ ۵۲۶

پر ہے۔ ونقل توبتہ عن ذالک فی القول المستحسن)

فائدہ: حضور کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا اہل علم پر مخفی نہیں اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلہ کے سوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے، ظاہر ہے کہ خوش عقیدگی ضائع ہونے والی چیز نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور وہ اس قول شنیع سے تائب ہوئے۔ فقیر کا رجحان طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے علاوہ بھی جن خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہوگئی ہے ان کے حق میں بھی ہمیں یہی حسن ظن رکھنا چاہیئے کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توفیق توبہ عطا فرما دی ہوگی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علما کا وہ کلام جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے، درحقیقت وہ ان روافض کا رد ہے جو اس مسئلہ کو قطعی قرار دے کر اسے ضرورت دین میں شمار کرتے ہیں، جیسا کہ ان کے عنوان کلام قالت الشیعۃ اور اس کے بعد قال اصحابنا سے واضح ہے، یہ نہیں کہ ان کا یہ کلام اہل سنت کے رد میں ہے اور معاذ اللہ انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا پہنچائی ہو۔ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔

مواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ جب اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ معاذ اللہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے آیا تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہو کر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے، یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ (مواہب اللدنیہ، جلد ا صفحہ ۱۵)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑے گئے تھے انہیں چھڑانے کے لیے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے، آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت و ہیبت نور مقدس

کی وجہ سے ابرہہ ازراہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اترا پھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۶۰، تاریخ حبیب الٰہ۔

ابرہہ نے لشکر کی خبر دینے کے لیے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو فوراً جھک گیا اور اس کی زبان لرزنے لگی اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت خراٹے مارنے لگتا ہے جب ہوش میں آیا تو عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریش ہیں (مواہب اللدنیہ، جلد اول ص ۱۵)

ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ کا ہاتھی تھا باقی سب ہاتھی سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے سجدہ کیا کرتے تھے اور اس بڑے ہاتھی نے (باوجود سدھائے ہوئے ہونے کے بھی) ابرہہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لائے تو اس نے سائیس کو حکم دیا کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھی کو حاضر کرے جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ پر نظر کی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا جیسے اونٹ بیٹھتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی دی۔ ہاتھی نے کہا السلام علی النور الذی فی ظہرک یا عبدالمطلب سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے اے عبدالمطلب، مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۱۵، ۱۶ انسان العیون جلد ا ص ۵۷۔

عبدالمطلبؓ کی نذر اور خوابؓ اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلبؓ کی قربانی

ابتدا میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک صاحبزادے حارث تھے، آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معاون ہوں تو ان میں سے ایک بیٹے کی میں قربانی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب زمزم کھودنے میں مصروف ہو گئے اور یہ کام ان کے لیے بڑی عزت و فخر کا موجب تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹے پورے کر دیئے جنکے نام حسب ذیل ہیں۔

حارث[۱]، زبیر[۲]، حجل[۳]، ضرار[۴]، حقوم[۵]، ابولہب[۶]، عباس[۷]، حمزہ[۸]، ابوطالب[۹]، عبداللہ[۱۰]

ان بیٹوں سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو ایک رات جناب عبدالمطلب کعبہ مطہرہ کے پاس قیام لیل میں مشغول تھے، خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ عبدالمطلب اس بیت (کعبہ شریف)

کے سب کی جو نذر مانی تھی وہ پوری کیجئے۔ عبد المطلب مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے اٹھے اور حکم دیا کہ فوراً ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء و مساکین کو کھلا دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر اگلی رات سوئے تو خواب میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے۔ "اس سے بڑی چیز قربان کیجئے"۔ بیدار ہو کر اونٹ قربان کیا اور مساکین کو کھلا دیا۔ پھر اگلی رات سوئے تو ندا آئی اس سے بھی بڑی چیز قربان کیجئے "فرمایا اس سے بڑی کیا چیز ہے؟" ندا دینے والے نے کہا: "اپنے ایک بیٹے کی قربانی دیجئے"، "جس کی آپ نے نذر مانی تھی"۔ آپ یہ سن کر غمگین ہوئے اور اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وفاء نذر کی طرف دعوت دی۔ سب نے کہا "ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں ذبح کر دیں" آپ نے فرمایا قرعہ اندازی کر لو۔ قرعہ اندازی میں حضرت عبد اللہ کا نام نکلا۔ جو جناب عبد المطلب کے محبوب ترین بیٹے تھے۔ قرعہ نکلنے کے بعد عبد المطلب نے اپنے بیٹے عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا، چھری لی اور ذبح کرنے کے لیے چل دیئے۔ جب چھری پھیرنے کا ارادہ کیا تو سادات قریش سب جمع ہو کر آگئے اور عبد المطلب سے کہنے لگے۔ "آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا "میں اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں" سرداران قریش بولے کہ ہم آپ کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر کر کے سبکدوش ہو جائیں اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کے لیے بیٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہو جائے گی۔ سرداران قریش نے مشورہ کر کے جناب عبد المطلب سے کہا چلئے فلاں کاہنہ کے پاس چلیں جس کا نام قطبہ ہے (بعض نے اس کا نام سجاح بتایا ہے) شاید وہ آپ کو ایسی بات بتائے جس میں آپ کے لیے کشادگی اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کاہنہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا "تم میں خون بہا کتنا ہوتا ہے۔ کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے بتایا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں اور دس اونٹ اور عبد اللہ کے درمیان قرعہ اندازی کریں۔ اگر قرعہ عبد اللہ کے نام کا نکل آئے تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ ڈالیں اور جب تک عبد اللہ کے نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں یہاں تک کہ اونٹوں کے نام کا قرعہ ڈالیں، جب ایسا ہو تو ان اونٹوں کو عبد اللہ کی بجائے ذبح کر دیا جائے وہ قربانی گویا عبد اللہ کی قربانی ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہر قرعہ پر عبد اللہ کا نام نکلتا رہا اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹ تک پہنچے تو جناب عبد اللہ کی بجائے اونٹوں کا نام قرعہ میں نکلا اور سو اونٹوں کو قربان کر دیا گیا۔ یہ قربانی اونٹوں کی نہیں بلکہ جناب عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی قربانی قرار پائی یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں"۔ یعنی حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام اور

عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتہی، مواہب اللدنیہ جلد اصفحہ ۱۶۔۱۷

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے بیٹا ذبح کرنے کی نذر اس وقت مانی تھی جب آپ کو زمزم کا کنواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا، اور اس سلسلہ میں آپ کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ پر آسان کر دیا تو میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا (مواہب اللدنیہ جلد اصفحہ ۱۷)

نسب شریف: مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباس مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد ہوں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا، اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا، انسان میں دو فرقے پیدا کیے عرب اور عجم۔ مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا، عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں، پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح یعنی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا ہوں آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک سفاح یعنی جاہلیت کا کوئی مورث مجھ کو نہیں پہنچا یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباء و امہات سب اس سے منزہ رہے، پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے اوسط میں (مواہب اللدنیہ)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا مرفوعاً یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد و عورت بطور سفاح کے نہیں ہے کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو، وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول ذکور و اناث ہمیشہ بُرے کام سے پاک رہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصفیٰ مہذب کر کے منتقل کرتا رہا جب کبھی دو شعبے ہوئے جیسے عرب و عجم پھر قریش و غیر قریش وعلیٰ ہذا۔ میں بہترین شعبے میں رہا۔ (مواہب اللدنیہ)

دلائل ابونعیم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی

ہیں اور آپ جبرئیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق و مغرب میں پھر اس میں
نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور
اس طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن
یعنی حدیث کے صفحات پر نمایاں ہیں۔ (مواہب اللدنیہ) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول
کا منظوم ترجمہ کیا گیا ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا، اور
کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ اور ترمذی کی روایت
میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

نسب نامہ:۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن
عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ
بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (بناشدہ)، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
نسب نامہ جناب عدنان تک لکھا ہے کیونکہ اس کے بعد نسب بیان کرنے والوں کے بارے میں
ارشاد ہوا ہے کذب النسابون اور محتاط علماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف
لکھا ہے۔

زمانہ طفولیت:۔ ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں
کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ (مواہب اللدنیہ)

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں
کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا ہے تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام
فرمایا وہ یہ تھا اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ
واصیلا۔ جب آپ ذرا سمجھدار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے

مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے (مواہب اللدنیہ)

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے، حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا، کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا، اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی، میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ مواہب اللدنیہ

حضرت حلیمہ سعدیہ سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مل کر چلی (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اور اس سال سخت قحط تھا میری گود میں ایک بچہ تھا، مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا، رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا، میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو نہایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا، ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے ہم مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ ہوتی اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا، یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں، میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا کرے، غرض میں آپ کو جا کر لے آئی جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا، غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا، شوہر کہنے لگا اے حلیمہؓ تو بڑے برکت والے بچے کو لائی میں نے کہا ہاں مجھے بھی یہی امید ہے، پھر مکہ سے روانہ ہوئے اور میں آپ کو لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی، پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی، میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو، یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں، میں نے کہا ہاں وہی ہے، وہ کہنے لگیں بے شک اس میں کوئی بات ہے، پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا، لیکن میری بکریاں

بھری آتی ہو۔ دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا، میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراگاہ میں چرنے کیلئے چھوڑے گر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیونکہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا، وہ تو برکت ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہوگئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا، آپ کا نشو و نما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا، یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے، پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور رہیں اس لیے آپ کی والدہ سے اصرار کرکے دوبارہ مکہ میں جانے کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے سو چند مہینے بعد ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا، مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں، سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا تو آپ کھڑے ہیں، لیکن رنگ متغیر ہے، میں نے پوچھا، بیٹا کیا تھا؟ فرمایا، دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کرکے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا، ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے، تب شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو ان کے گھر پہنچا آ، میں آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی، پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمت کر چکی، خدا جانے کیا اتفاق ہوتا، اس لیے لائی ہوں، انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں، سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا۔ کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا ہاں" کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا، میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے پھر انہوں نے بعض حالات حمل اور ولادت کے بیان کئے اور بعد میں فرمایا اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ۔ (سیرت ابن ہشام)

حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ اور جذامہ کے بھائی اور یہ جذامہ شیماء کے نام سے مشہور رہیں اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبدالعزیٰ کی جو شوہر ہیں حلیمہ کے کذا فی زاد المعاد بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمامۃ اور زاد المعاد)

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو اور ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا، پھر اسی طرح سو کے ساتھ، پھر ہزار کے ساتھ کیا، پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر تم ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہ وزنی نکلیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

اس جملہ میں آپ کو بشارت سنائی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں، آپ کا شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا، ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا، دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے ماہ رمضان غار حرا میں، چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔ (شمامۂ اتبغیر یسیر)

ایام طفولیت مبارکہ میں شق صدر کے بعد سینۂ اقدس کو ٹانکے لگائے گئے

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۲ پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے، جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر سینۂ اقدس چاک کیا، قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینۂ اقدس میں رکھ کر سینۂ مبارک بند کر دیا، وہ بچے جو کہ ساتھ حضور علیہ السلام کھیل رہے تھے۔ آپ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر دیئے گئے تو لوگ دوڑے ہوئے آئے تو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے) کا نشان دیکھتا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شق صدر مبارک کے متعلق روحانی، منامی، کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں بلکہ یہ شق ہونا چاک کیا جانا حسی حقیقی اور امر واقعی ہے، کیونکہ سینۂ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا، پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑتے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد قتل کر دیئے گئے حضور علیہ السلام کے سینہ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور

حضور علیہ السلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے، اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیانِ سابق میں ہمارا یہ قول بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ شق صدرِ مبارک بچپن میں ہوا یا جوانی میں، قبل البعثت ہوا یا بوقت معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وفات حیات حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے، کیونکہ انسان کا دل اس کی روحِ حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینہ سے باہر آجانا روحِ حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ گویا اس واقعہ میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح قلب مبارک کے سینۂ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔ اسی طرح وہ روحِ مقدس کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدۂ جلیلہ: فضیلت شق صدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی، جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

كَانَ فِيهِ الطَّسْتُ الَّتِي يُغْسَلُ فِيهَا قُلُوبُ الْأَنْبِيَاءِ (فتح الملہم جلد اول ص)

یعنی تابوت سکینہ میں وہ طشت بھی تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے، چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حیاتِ حقیقی عطا کی گئی، لہذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی اور اس طرح بالتخصیص و تقیید مطلقاً حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

قلب مبارک کا دھویا جانا: قلب اطہر کا زم زم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا، کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الطیبین و الطاہرین ہیں، ایسے طیب و طاہر کہ ولادتِ باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا، لہذا قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں، بلکہ قلب اطہر کے ساتھ ماءِ زمزم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

شقِ صدر کی حکمتیں: شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینۂ اقدس کے شق کیے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں، جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلبِ اطہر میں ایسی قوتِ قدسیہ بالفعل ہوجائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی کی دلیل: علاوہ ازیں شقِ صدر مبارک میں ایک حکمتِ بلیغہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہوگئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی، لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، چونکہ روح حیات کا مستقر قلبِ انسانی ہے، لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک سینۂ اقدس سے باہر نکالا گیا، پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کردیا گیا، اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے، اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہوجائے تو وہ کب مردہ ہوسکتا ہے۔

قلبِ مبارک میں آنکھیں اور کان جبرئیل علیہ السلام نے شقِ صدر مبارک کے بعد قلبِ اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے۔ قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ۔

ترجمہ:۔ قلبِ مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے، اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں (فتح الباری، جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

قلبِ مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں، جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے۔

دائمی ادراک: حبیب اللہ تعالیٰ نے بطور خرقِ عادات حضور علیہ السلام کے قلبِ اطہر

میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلبِ مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمتِ الٰہیہ کی بناء پر کسی امرِ خاص کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدمِ توجہ اور عدمِ التفات کا حال طاری ہو جانا امرِ آخر ہے جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

شقِ صدرِ مبارک اور حضور علیہ السلام کا نوری ہونا: علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شقِ صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے، لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے، ان کی عبارت یہ ہے۔ وَكَوْنُهٗ مَخْلُوْقًا مِنَ النُّوْرِ لَا يُنَافِيْهِ كَمَا تُوُهِّمَ (نسیم الریاض، شرح شفا قاضی عیاض جلد ۱ ص ۲۳۸)

نورانیت اور احوالِ بشریہ کا ظہور: اقول! وباللہ التوفیق! جو بشریت عیوب و نقائصِ بشریت سے پاک ہو اس کا بشر ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شقِ صدر ہونا بشریتِ مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِاٰلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ

ترجمہ: شقِ صدر کسی آلہ سے نہیں تھا، نہ اس شگاف سے خون بہا۔ (روح البیان جلد ۵ ص ۱۱۰)

حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوالِ بشریہ پر غلبہ دے دے اور بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو اگر کبھی درکار ہوتا اور خون بھی ضرور بہتا جب کبھی خون بہا (جیسے غزوۂ احد میں) تو وہاں احوالِ بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شقِ صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شبِ معراج شقِ صدرِ مبارک: مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا، پھر اسے شگاف
دیا، اور اس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ آپ کے اندر یہ شیطان کا ایک حصہ تھا
خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ ۔ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے
دل میں خون کا لوتھڑا پیدا فرمایا ہے اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے
یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے (جس طرح قوت سامعہ آواز کو اور قوت باصرہ مبصرات کی صورتوں
کو اور قوت شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوت ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو اور قوت لامسہ گرمی اور سردی
وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے ، اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو
قبول کرتا ہے) یہ لوتھڑا جب حضور علیہ السلام کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی ذات مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ
تقی الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہی مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی میں شیطان
کا کوئی حصہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ
میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا کیونکہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذات مقدسہ میں اسے پیدا
نہ فرمایا جاتا ، تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیہ
میں سے ہے ، لہٰذا اس کا پیدا کیا جانا خلقت انسانی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے ، اور اس کا نکال
دینا یہ ایک امر آخر ہے ، جو تخلیق کے بعد طاری ہوا ۔ (انتہیٰ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی نظیر بدن انسانی میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے
جیسے قلفہ کا ہونا اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اسی طرح بعض دیگر زائد چیزیں (جن کا پیدا
ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے ۔ اور ان کا ازالہ طہارت و نظافت کے لیے ضروری ہے)
مختصر یہ کہ ان اشیائے زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا تتمہ ہے ۔ اور ان کا زائل کرنا کمال تطہیر
تنظیف کا مقتضیٰ ہے ۔

(شرح شفاء ملا علی قاری جلد ۱ صفحہ ۳۷۰) اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق ۔

چونکہ ذات مقدسہ میں حظ شیطانی باقی ہی نہ تھا اس لیے حضور علیہ السلام کا ہمزاد مسلمان ہو

گیا تھا، اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وَلٰکِنْ اَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ میرا ہمزاد مسلمان ہو گیا، لہٰذا سوائے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم ہوتا ہے اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے، اسی طرح وہ مجموعہ قلب انسانی کیلئے ایسا ہے جیسے چھوارے کیلئے گٹھلی اگر ابتداءً اس میں گٹھلی نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہو سکتا لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا بلکہ نکال کے پھینک دیا جاتا ہے چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟ اگر اسی طرح یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ قلب اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ اور قلب اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا جیسے کھجور اور انگور سے گٹھلی، بیج کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ اس لوتھڑے کو قلب اطہر میں ابتداً کیوں پیدا کیا گیا۔

(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ص ۲۳۹)

رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں کہا کہ هٰذِهٖ حَظُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ تو اس کا جواب یہ ہے اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذات پاک میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے، نہیں اور یقیناً نہیں، یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک، شیطانی اثر سے پاک اور طیب وطاہر ہے، بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہو سکتی تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے الفاظ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا مگر جب یہ بھی نہ رہا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذات مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو، عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے تعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں بھر دیا گیا، ایمان وحکمت اگرچہ جسم وصورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و
تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان وحکمت
کو جسمانی صورت میں متشکل فرما دیا اور یہ شق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت و رفعت
شان کا موجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے اور بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ
کے بیٹے کے لیے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے، ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا، اور لڑکپن میں کبھی آپ نے
بول و براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اسی وقت رکھنے والے جائے ضرور میں
اٹھا کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ کا ستر برہنہ نہ ہوتا اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے
(تواریخ حبیب الٰہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ
پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے میں نے بھی ایسا
ہی کرنا چاہا، کیونکہ بچپن میں انسان اتنا مکلف بھی نہیں ہوتا، طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر
خلاف حیا نہیں سمجھا جاتا) دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی
باندھو، بس میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیئے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے قریش
نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو، ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا، اس قدر حسین
جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہوا (یہ لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اس وقت ابو طالب
کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے
انگلی سے اشارہ کیا، اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا
اور خوب پانی برسا۔ (مواہب اللدنیہ) اور یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا (تواریخ حبیب الٰہ)

ایک مرتبہ آپ ابو طالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے، راہ
میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا
اور قافلہ کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر، سردار سب عالموں کے ہیں، اور اہل کتاب اور

یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے سو ابو طالب نے مال تجارت وہیں فروخت کیا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ پھر آئے۔

(تواریخ حبیب اللہ)

آپ جب ابوطالب کی کفالت و تربیت میں تھے، جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے تو سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شمامۃ)

گویا آپ کی برکت خود ابوطالب کی کفالت کر رہی تھی اور ابوطالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

ان کے اسمائے مبارکہ آپ جن کی تربیت میں رہے :۔ آپ ابھی زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہو گئی (سیرت ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل پر گذرے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے، وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیماری کی حالت میں ٹھہر گئے اور وہیں پر وفات پائی۔ (تواریخ حبیب اللہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف اپنے اقارب سے ملنے گئی تھیں، مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیرۃ ابن ہشام) اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (مواہب اللدنیہ)

پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے، جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہو گئی۔ (سیرۃ ابن ہشام) اور انہوں نے ابوطالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی چنانچہ پھر آپ ان کی کفالت میں رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوۃ کا زمانہ بھی پایا اور سات روز تک آپ نے اپنی والدۂ ماجدہ کا دودھ پیا۔ (تواریخ حبیب اللہ) پھر چند روز تک ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی، اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابو سلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا "مسروح" بھی دودھ پیتا تھا، پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ان ہی حلیمہ سعدیہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا، یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے، اور اس زمانہ

ہیں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ اس عورت نے بھی آپ کو ایک دن دودھ پلا دیا حب حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں، ایک ثوبیہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (زاد المعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔ آپ کی والدہ، ثوبیہ اور حلیمہ سعدیہ، شیماء، آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا، جن سے اسامہ پیدا ہوئے (زاد المعاد)

شباب سے نبوّت تک کے بعض حالات: جب آپ چودہ یا پندرہ برس کے ہوئے اور بالقول بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس میں ایلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس لڑائی میں بعض تواریخ کے مطابق آپ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اعمام کو تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے (سیرت ابن ہشام) اس واقعہ سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں، آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جائیے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا، اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں راہب نے کہا، اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی کبھی نہیں اترا۔ آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے، جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچا زاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا، اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے

ز محمد اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقلہ تھیں یہ سب سن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین وخوش خلق اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہوگیا۔ (سیرۃ ابن ہشام) راہب کا نام نسطورا تھا۔ (تواریخ حبیب الہ)

جب آپ پینتیس ۳۵ سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سرِ نو شروع کرنے کا ارادہ کیا جب حجرِ اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو وہ اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو، آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب میں پہلے آئے اس کے فیصلے پر سب عمل کرو لہٰذا سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمدؐ ہیں، امین ہیں اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا، ایک بڑا کپڑا لاؤ، چنانچہ لایا گیا، آپ نے حجرِ اسود اپنے دستِ مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تھام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے۔ جب وہاں پتھر پہنچا تو آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔

(سیرت ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہوگئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہوگیا، اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لیے اپنا وکیل بنائیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہوگئے۔ (تواریخ حبیب الہ بتغیر الفاظ)

بعثت محمدیؐ اور نزول وحی

جب آپ چالیس برس کے ہوئے تو آپ کو خلوت محبوب ہوگئی، آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ اور نبوت سے چھ ماہ قبل ہی سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ دو شنبہ کے دن جبرائیل علیہ السلام: سورۃ علق..... کی شروع کی آیتیں آپ پر لائے۔ اور آپ مشرف بہ نبوت ہوگئے۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد سورۃ مدثر کی اول کی آیتیں نازل ہوئیں جو آپ نے حسب حکم فانذر دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ، پھر یہ آیت آئی (فاصدع بما تؤمر) آپ نے

علی الاعلان دعوت شروع کی۔ پس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابوطالب آپ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا کہ یا تو تم محمد کو ہمارے حوالہ کردو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالے کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابوطالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت جا بسے۔ اور کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سوداگروں کو منع کر دیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخرکار آپ کو وحی الٰہی کے ذریعہ اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھا لیا۔ بجز اللہ کے نام کے جو اس میں کہیں تھا ایک حرف نہیں چھوڑا۔ آپ نے یہ حال ابوطالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اور اگر صحیح ہو تو تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا، فی الواقع ایسا ہی تھا تب قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا، ابوطالب آپ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے (تواریخ حبیب الٰہ وغیرہ)

اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہاشم لکھا گیا تھا اور غرۂ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا۔ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھے اور اسی سال حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی (شمامہ)

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ شریف آکر نو سال کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں، آپ کا نکاح مکہ میں ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں (تواریخ حبیب اللہ)

اس سال دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کے لیے اور نیز اس لیے تھا کہ ان سے کچھ مدد لیں (کیونکہ بعد وفات ابوطالب کے کوئی باوجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف

پہنچائی۔ آپ وہاں سے طول ہو کر مکہ واپس ہوئے اور جب آپ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے پہنچے۔ رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ یہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے، جب آپ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی، وہ سب بلا توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔ سورۂ احقاف آیت واذ صرفنا الیک نفرا من الجن میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور آپ عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا، یہاں تک کہ سنہ گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ نصاریٰ کے آپ کو ملے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے، اور انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے، ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آئیں گے، مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچایا اگلے سال کہ نبوت سے بارہواں سال تھا، بارہ آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی، پانچ پہلے اور سات اور انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی، اس کا نام بیعت عقبۂ اولیٰ ہے، آپ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائع اور دعوت اسلام کے لیے مدینہ شریف بھیج دیا۔ مصعب نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار میں کے مسلمان ہو گئے، تھوڑے ان میں سے باقی رہے، پھر اگلے سال کہ نبوت سے تیرھواں سال تھا ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جائیں گے، ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ کے مدینہ پر چڑھ کر آئے گا ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔ (تواریخ حبیب اللہ و سیرۃ ابن ہشام)

شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے افضل ہے: حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ

ما ثبت بالسنۃ میں ارقام فرماتے ہیں جس کا اُردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"شبِ میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے۔ اس لیے کہ میلاد کی رات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور شبِ قدر حضور کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذاتِ مقدسہ سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل قرار پائے گی جو حضور کو دیئے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے۔ نیز لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی اور اس لیے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فضل و احسان ہے اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیونکہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلائق اہل سمٰوات والارضین پر عام ہوگئیں۔" انتہی (ما ثبت بالسنہ صفحہ ۸۲)

امام قسطلانی نے بھی مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۲۶ پر لیلۃ القدر پر شب میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی اور ولادتِ مقدسہ مومنین کے حق میں کمالِ فرحت و سرور کا موجب ہے جس کا اظہار محافلِ میلاد، انواع و اقسام کے مبرات خیرات و صدقات کی صورت میں اہلِ محبت مومنین مخلصین ہمیشہ کرتے رہے۔ جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ان پر اتمامِ حجت کے لیے قرآن و حدیث و عبارات علماء و محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں۔ (وباللہ ولی التوفیق)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور پیدائش موجب فرحت و سرور ہے:۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ	اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے۔ یہ فرما دیجئے! اور اسی کے فضل اور اسی کی رحمت

بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط	ہے تو اسی پر چاہیئے کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر
هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿ پ ۱۱ ع ۱۰	ہے اس سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ نصیحت شفاء ہدایت و رحمت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے، اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے جو ظہور ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش نہیں۔

نعمت الٰہی کو بیان کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واما بنعمة ربك فحدث اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ ہیں (بخاری جلد ۲ صہ ۵۶۶) لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدس اور بیان مبارک از روئے قرآن کریم مطلوب و محبوب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانے پر کافر کو بھی فائدہ ملتا ہے؟

بخاری شریف میں ہے۔

قال عروة ثويبة مولاة لابي	حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی
لهب كان ابو لهب اعتقها	باندی تھی جسے اس نے (حضور کی پیدائش
فارضعت النبي صلى الله عليه وسلم	کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ اس نے
فلما مات ابو لهب اُرِيَهُ بعضُ اهله	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا، ابو
بشر حيبة قال له ماذا لقيت	لہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض
قال ابو لهب لم الق بعدكم	اہل (حضرت عباس) نے اسے بہت بری
غير اني سقيت في هذه	حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے
بعتاقتي ثويبة - (انتہی)	پوچھا، مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا۔ ابولہب
بخاری شریف جلد ۲ صہ ۷۶۴	نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت

نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لیے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی

خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

ذکر السہیلی ان العباس قال لما مات ابولہب رأیتہ فی مناحی بعد حول فی شر حال فقال ما بقیت بعدکم راحۃ الا ان العذاب یخفف عنی فی کل یوم اثنین قال وذٰلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وُلِدَ یوم الاثنین وکانت ثویبۃ بشرت ابا لہب بمولدہ فاعتقہا

فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱۸

سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مرگیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بُرے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے حضرت عباس نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کردیا تھا"

یہ حدیث عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد ۲۰ صفحہ ۹۵ پر علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ارقام فرمائی یہاں دو اعتراض پیدا ہوسکتے ہیں جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

اعتراض اول:۔ قرآن مجید میں ہے لا یخفف عنھم العذاب کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیفِ عذاب کیونکر متصور ہوسکتی ہے؟

جواب:۔ اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں جن میں بعض بالکل رکیک اور ناقابل اعتناء ہیں اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے فتح الباری میں اکثر اقوال نقل فرما کر قابل وثوق مسلک نقل کیا اور آخر میں اپنے قول سے بھی اسی کی تائید فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

وقال قرطبی ھذا التخفیف

امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب

خاص بهذا وبمن ورد النص فيه وقال ابن منير في الحاشية هنا قضيتان احداهما محال وهي اعتبار طاعة الكافر مع كفره لان شرط الطاعة ان تقع بقصد صحيح وهذا مفقود من الكافر الثانية اثابة الكافر على بعض الاعمال تفضلاً من الله تعالى وهذا لا يحيله العقل فاذا تقرر ذلك لم يكن عتق ابي لهب لثويبة قربة معتبرة ويجوز ان يتفضل الله عليه بما شاء كما تفضل على ابي طالب والمتبع في ذلك التوقيف نفيا واثباتاً (قلت) وتتمة هذا ان يقع التفضل المذكور اكراما لمن وقع من الكافر البر له ونحو ذلك والله اعلم

(فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱۹)

ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی۔ ابن منیر نے حاشیہ میں کہا۔ یہاں دو قضیے ہیں، ایک تو محال ہے، وہ یہ ہے کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعۃ کا اعتبار کیا جائے استحالہ کی وجہ یہ ہے کہ طاعۃ کا معتبر ہونا قصد صحیح کی شرط سے مشروط ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر محض بطور تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں تو جاننا چاہیئے کہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا طاعۃ معتبرہ نہ تھی اور اس کے اس عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان فرمائے تو یہ ممکن ہے جیسا کہ ابو طالب پر احسان فرمایا اور اس مسئلہ پر نفیاً اثباتاً توقیف ہی کی اتباع کی جا سکتی ہے (یعنی تخفیف عذاب کی نفی اثبات کا قول ورود نص پر موقوف ہے۔ جس کے حق میں جو کچھ نص میں وارد ہو اس کی اتباع کی جائے گی)

میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ ابولہب پر تفضل یا اسی طرح کسی دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوتا ہے وہ اس ذات کے اکرام کے لیے ہوتا ہے جس کے لیے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو (جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کہ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش

کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا، لہٰذا ابولہب کے حق میں تخفیفِ عذاب حضور صلی اللہ وسلم کے اکرام واجلال کے لیے ہے۔

اعتراض دوم:۔ سوال:۔ غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کر لیا جائے۔

جواب:۔ ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے کسی حقیقت واقعیہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو۔ غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتا چلنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں، اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان و توحید کی طرف دعوت دی۔ لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھی تھی، بطور استنباط ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادتِ باسعادت پر اظہارِ مسرت بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی امید کا سبب قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۲۷ پر یہی مضمون امام ابن جزری سے نقل فرماتے ہیں۔

قال ابن الجزری فاذا کان ھذا ابولھب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ فما حال المسلم الموحد من امتہ علیہ السلام الذی یسر بمولدہ ویبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون	ابن جزری نے کہا کہ شبِ میلاد کی خوشی کی وجہ سے جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، حالانکہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مومن و موحد کا کیا حال ہوگا جو حضورؐ کے میلاد کی خوشی میں حضور کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت

جزاء من الله الكريم ان يدخله بفضله العميم جنات النعيم۔ انتہی
(مواہب اللدنیہ جلد ا صـ ۲۷ مطبوعہ مصر)

کے موافق خرچ کرتا ہے، قسم ہے میری عمر کی اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عمیم، جنات نعیم میں داخل کرے ـــــ انتہی

عید میلاد منانا اور ماہ ربیع الاول میں اظہار فرحت و سرور اور صدقات و خیرات کرنا !!

بعض لوگ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے اور ربیع الاول میں خیرات و صدقات و اظہار فرحت و سرور کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال قطعاً غلط ہے، امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم ويعملون الولائم ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون بقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم ومما جرب من خواصه انه امان في ذلك العام وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالي شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة على من في قلبه مرض وعناد ولعتد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں، اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں، اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال میں موجب

اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدثہ الناس من البدع والاھواء والغناء بالالات المحرمۃ عند عمل المولد الشریف فاللّٰہ تعالیٰ یثیبہ علیٰ قصدہ الجمیل ویسلک بنا سبیل السنۃ فانہ حسبنا ونعم الوکیل۔ مواھب اللدنیہ

(جلد اول ص۲۷ مطبوعہ مصر)

امن وامان ہوتا ہے ، اور ہر مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی براتوں کو عید بنا لیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت ومصیبت ہو جائے۔ اس شخص پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے۔ ان چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ عمل مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قصد جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے ، بے شک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا وکیل ہے ۔"

علامہ قسطلانی کی اس عبارت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے ۔

(۱) ماہِ میلاد (ربیع الاول شریف) میں انعقادِ محفل میلاد اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے ۔

(۲) کھانے پکانے کا اہتمام انواع واقسام کے خیرات وصدقات ماہ میلاد کی راتوں میں اہل اسلام ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں

(۳) ماہ ربیع الاول میں خوشی ومسرت وسرور کا اظہار شعار مسلمین ہے ۔

(۴) ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ طریقہ چلا آیا ہے ۔

(۵) ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأت میلاد پاک کا اہتمام خاص کرنا مسلمانوں کا محبوب طرز عمل رہا ہے ۔

(۶) میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے ۔

(۷) محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافل میلاد منعقد کی جائیں وہ تمام سال امن وامان سے گزرتا ہے ۔

(۸) انعقادِ محافل میلاد مقصود و مطلب پانے کے لیے بشریٰ عاجلہ (جلد آنے والی خوشخبری) ہے۔

(۹) میلادِ مبارک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے اہل ہیں۔

(۱۰) ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا اور ماہِ میلاد کی سرات کو عید بنانا یعنی عید میلاد منانا ان لوگوں کے لیے سخت مصیبت ہے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوتِ رسول کی بیماری ہے۔

(۱۱) علامہ ابن الحاج نے مدخل میں جو انکار کیا ہے وہ انعقادِ محفل میلاد پر نہیں بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے جو لوگوں نے محافل میلاد میں شامل کر دی تھیں۔ آلات محرمہ کے ساتھ گانا بجانا میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کر دیا گیا تھا، ایسے منکرات پر صاحب مدخل نے انکار فرمایا اور ایسے ناجائز امور پر ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے صاحب مدخل کی عبارات سے دھوکا دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امام قسطلانی نے ان کا یہ طلسم بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے

علامہ شیخ حقی اسمٰعیل بروسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔

وقال الامام السیوطی قدس سرہ یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ علیہ السلام (انتہی) روح البیان جلد ۹ ص ۵۶	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت پر شکر ظاہر کرنا ہمارے لیے مستحب ہے۔

ایک شبہ کا جواب: علامہ فاکہانی مالکی نے عمل مولد کو بدعت مذمومہ لکھا ہے اس کا کیا جواب ہوگا؟

جواباً گذارش ہے کہ فاکہانی مالکی کا عمل مولد مقدس کو معاذ اللہ بدعت مذمومہ لکھنا خود مذموم ہے۔ عمل مولد کی اصل وہ تمام احادیث ہیں جن میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر اپنی پیدائش کا حال بیان فرمایا، اور اپنی نعت شریف پڑھنے کے لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ علمائے اہل حق نے عمل مولد کی اصل کو ثابت مانا ہے، ایسی صورت میں اس کو بدعت مذمومہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ دیکھیئے علامہ علی بن برہان الدین الحلبی سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلا من السنه - و كذا الحافظ السيوطى وردا على الفاكهانى المالكى فى قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة - انتہی

(سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۸۰)

بے شک عمل مولد کے لیے ابن حجر نے سنت سے اصل نکالی ہے، اور اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی۔ ان دونوں نے فاکہانی مالکی پر اس کے اس قول میں سخت رد فرمایا ہے کہ (معاذ اللہ) عمل مولد بدعۃ مذمومہ ہے۔

(سیرۃ حلبیہ)

نیز مجمع بحار الانوار میں ہے:-

مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربيع الاول وانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام -

(مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۵۵۷)

ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور رحمت کا مظہر ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال ہمیں اظہار سرور کا حکم دیا گیا ہے۔

(مجمع بحار الانوار)

اور ما ثبت بالسنۃ میں ہے:-

ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم - (ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱)

اور اہل اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کے مہینے میں۔

اس مقام پر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پوری عبارت لکھی ہے جو مواہب اللدنیہ سے ابھی نقل کر چکے ہیں۔

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین میں بائیسویں حدیث کے ذیل میں ہے۔

شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا تھا ایک سال [illegible] سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا میں نے وہی چنے

تقسیم کردیے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بھنے ہوئے چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چنوں سے بہت خوش اور مسرور ہیں۔ (الدرالثمین صفحہ ۔)

مولد النبی میں ابن جزری محدث شافعی نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تمام بلاد عرب و عجم میں محافل میلاد مبارک کے انعقاد کا ذکر فرمایا ہے بخوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کیا گیا

انسان العیون، تفسیر روح البیان، شمائم امدادیہ، فیصلہ ہفت مسئلہ میں بھی میلاد شریف کی مبارک محفلوں کے انعقاد کا بیان مذکور ہے۔ انشاء اللہ العزیز قیام میلاد کے ذیل میں ان کی عبارات ہدیۂ ناظرین ہوں گی۔

قیام میلاد اور صلوٰۃ و سلام: بعض لوگ میلاد پاک میں قیام تعظیمی اور صلوٰۃ وسلام کو بھی بدعت مذموم کہتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ ان کے اکابر علماء و مشائخ میں بھی جاری رہا اور جلیل القدر ائمہ دین اور اعلام امت عمل مولد و قیام میلاد کے عامل رہے انسان العیون (سیرۃ حلبیہ) میں ہے۔

ومن الفوائد انه جرت عادة من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيماً له صلى الله عليه وسلم وهذا القيام بدعة لا اصل لها اي لكن هي بدعة حسنة لانه ليس كل بدعة مذمومة

(سیرت حلبیہ جلد اول ص ۔)

اور فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری ہو گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کا ذکر سنا فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔

آگے چل کر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں

وقد وجد القيام عند ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم من عالم

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے۔

الامة ومقتدی الائمة دینا و
ورعا الامام تقی الدین السبکی
وتابعه علی ذلك مشائخ الاسلام
فی عصره فقد حکی بعضهما الامام
السبکی اجتمع عنده جمع کثیر
من علمائے عصره فانشد منشد
قول الصرصری فی مدحه صلی
الله علیه وسلم ـ
"قلیل لمدح المصطفی الخط بالذهب
علی ورق من خط احسن من کتب
وان تنهض الاشراف عند سماعه
قیاما صفوفا اوجثیا علی الرکب"
فعند ذلك قام الامام السبکی
رحمه الله وجمیع من فی المجلس فحصل
انس کبیر بذالك المجلس ویکفی
مثل ذلك فی الاقتداء ـ (انتہی)
(سیرۃ حلبیہ جلد اول ص۸۰)

اُمت محمدیہ کے جلیل القدر عالم امام
تقی الدین سبکی جو دین اور تقویٰ میں ائمہ
کے مقتدا ہیں اور اس پر ان کے تابع
ہوئے تمام مشائخ اسلام جو ان کے ہمعصر
تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام سبکی کے
پاس ان کے ہمعصر علماء کرام بکثرت جمع
ہوئے ایک مداح رسول نے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی مدح میں صرصری، رحمۃ اللہ
علیہ کے یہ اشعار پڑھے۔
"اگر چاندی پر سونے کے حروف سے بہترین
کاتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح لکھے
تب بھی کم ہے"
"بیشک عزت و شرف والے لوگ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل سن کر صف بستہ
قیام کرتے ہیں یا گھٹنوں پر دو زانو ہو جاتے ہیں"
یہ اشعار سن کر امام سبکی کھڑے ہو گئے
اور ان کے ساتھ تمام اہل مجلس، مشائخ و
علماء بھی کھڑے ہو گئے۔ اور اس وقت بڑا انس حاصل ہوا، مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت
طاری ہو گئی، اور اس قسم کے واقعات مشائخ و علماء کی اقتداء کے بارے میں کافی ہوتے
ہیں" انتہی (سیرۃ حلبیہ جلد اول ص۸۰)

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ و علماء کی اقتدا کافی ہے۔
بالکل یہی مضمون اور منقولہ بالا دونوں شعر اور اس کے بعد امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام
رفقا اہل مجلس کا قیام علامہ شیخ اسمٰعیل حقی بروسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ارقام فرمایا

ملاحظہ فرمایئے تفسیر روح البیان۔ جلد ۹ ص۵۶

اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں "اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں"

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص۵)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں:

اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا، ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔

(شمائم امدادیہ ص۵۵)

محفل میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے اگر احتمال تشریف آوری کیا جاوے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں "انتہی۔

(شمائم امدادیہ ص۹۳)

دنیا میں کروڑوں جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم رنجہ فرمانا حضرت حاجی صاحب کے نزدیک بعید نہیں اور حضور کی تشریف آوری کا خیال کرنا بھی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے منکر ہیں اس اعتقاد کو معاذ اللہ کفر وشرک سمجھتے ہیں، وہ شمائم امدادیہ کی منقولہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں۔

رہا یہ امر کہ قیام میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی کیا دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشاد خداوندی "صلوا علیہ وسلموا تسلیما" مطلق ہے۔ ہر وہ حالت جو شرعاً صلوٰۃ وسلام کے لیے مکروہ اور نامناسب نہیں آیۂ کریمہ کی رو سے اس میں صلوٰۃ وسلام جائز ہوگا، ساتھ ہی یہ امر بھی

ملحوظ رہے کہ قیام میلاد ذوق و شوق کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ حال درود و سلام کے لیے بہت موزوں اور مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت "یا" حرف ندا کے ساتھ بصیغہ خطاب صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ کیونکہ حالتِ ذوق میں محبوب کو خطاب کرنا فطری امر ہے۔ اور "یا" حرف ندا سے خطاب کو ناجائز سمجھنا انتہائی محروم القسمتی کی دلیل ہے۔

اوراد فتحیہ میں صفحہ ۳۲ سے صفحہ ۳۴ تک "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کا ورد موجود ہے اور اس میں ۱۶ مرتبہ "یا" حرفِ ندا کے ساتھ صلوٰۃ و سلام وارد ہے۔ اسی اوراد فتحیہ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں

"وچوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از تبرکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل جمع شدہ است"	"جب سلام پھیرے اور اوراد فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو کہ ایک ہزار چار سو ولی کامل کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صفحہ $\frac{124}{125}$ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی)

الحمد للہ ہمارے بیان کردہ حوالجات و عبارات سے انعقادِ محفل میلاد کا استحباب اور قیام میلاد و صلوٰۃ و سلام کا جائز اور موجب ازدیادِ محبت و باعثِ ذوق و شوق ہونا اچھی طرح واضح ہو گیا۔ معترضین کے شکوک و شبہات کے جواب بھی احسن طریقے سے دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید عالم نورِ مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تزئین و کتابت ———————— منور ساجد